ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2968

Program: BS

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: اسلام کا قانون زکوٰۃ وعشر (2968) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ تخصص شریعہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ: 1 تا 4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: زکوٰۃ کا تصور اور اس کی دینی بنیادیں (20 نمبر)

زکوٰۃ کا تصور اسلامی معاشرت میں نہایت اہمیت رکھتا ہے اور یہ مالی عبادات میں مرکزی مقام رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف روحانی پاکیزگی بلکہ معاشرتی فلاح کا ذریعہ بھی ہے۔ زکوٰۃ کے تصور کو واضح کریں اور اس کی دینی بنیادوں کی تشریح کریں۔

تعارف

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک عظیم رکن ہے۔ نماز کے بعد جس عبادت کا قرآن مجید میں سب سے زیادہ تذکرہ آیا ہے وہ زکوٰۃ ہی ہے، اور بے شمار مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں بندے کا اللہ سے تعلق اور بندوں کے حقوق دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ زکوٰۃ محض ایک مالی رسم یا خیرات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل تصور ہے جس میں عقیدہ، عبادت، اخلاق اور معاشرت سب جمع ہیں۔ اس سوال میں ہم پہلے زکوٰۃ کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کو واضح کریں گے، پھر اس کے تصور کے مختلف پہلوؤں کو بیان کریں گے اور آخر میں اس کی دینی بنیادوں یعنی قرآن، سنت اور اجماع کی روشنی میں اس کی تشریح پیش کریں گے۔ یہ بات آغاز ہی میں واضح رہنی چاہیے کہ اس موضوع پر پیش کی گئی بحث خالصتاً علمی اور تعلیمی نوعیت کی ہے؛ کسی انفرادی معاملے میں شرعی حکم کی حتمی تطبیق اہلِ علم اور مستند علماء کا کام ہے۔

زکوٰۃ کا لغوی مفہوم

لفظ زکوٰۃ عربی زبان کے مادے زک و سے نکلا ہے جس کے معنی بڑھوتری، نشوونما، پاکیزگی اور برکت کے ہیں۔ عربی میں کہا جاتا ہے کہ فصل بڑھی اور پھلی پھولی تو اس کے لیے زکا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی چیز کا میل کچیل سے پاک اور صاف ہونا بھی اسی مفہوم میں داخل ہے۔ اس لغوی مفہوم کی روشنی میں زکوٰۃ دینے والے کا مال بظاہر کم ہوتا دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت میں اس میں برکت اور بڑھوتری پیدا ہوتی ہے اور اس کا نفس بخل، حرص اور مال کی محبت کی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ یوں لغوی مفہوم ہی زکوٰۃ کے دو بڑے مقاصد کی طرف اشارہ کر دیتا ہے: ایک مال کی پاکیزگی اور دوسرا اس کی نشوونما۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اس عمل کے لیے صدقہ کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، کیونکہ صدقہ سچائی اور اخلاص کی علامت ہے؛ زکوٰۃ دینے والا اپنے عمل سے اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

زکوٰۃ کی اصطلاحی تعریف

اصطلاحِ شریعت میں زکوٰۃ سے مراد اس مخصوص مال یا اس کے مخصوص حصے کا نام ہے جو شرعاً معین شرائط کے ساتھ مستحقین کو دیا جاتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب مقصود ہوتا ہے۔ فقہاء کی تعریفوں کا خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ مخصوص مال میں واجب ہونے والا ایک معین حق ہے جو معین وقت پر معین مستحقین تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس

تعریف سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں: اول یہ کہ زکوٰۃ ہر مال میں نہیں بلکہ مخصوص اموال میں واجب ہوتی ہے جیسے نقدی، سونا چاندی، مالِ تجارت، مویشی اور زرعی پیداوار۔ دوم یہ کہ اس کی مقدار بھی معین ہے، مثال کے طور پر نقدی اور مالِ تجارت میں چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد۔ سوم یہ کہ اس کے مستحقین بھی شریعت نے خود متعین کر دیے ہیں تاکہ دینے والے کی مرضی یا سفارش اس نظام کو خراب نہ کر سکے۔ چہارم یہ کہ زکوٰۃ ایک حق ہے، احسان نہیں؛ مستحق اسے تذلیل کے طور پر نہیں بلکہ اپنے حق کے طور پر وصول کرتا ہے، اور دینے والا اس پر احسان جتانے کا مجاز نہیں۔

زکوٰۃ کا بنیادی تصور

زکوٰۃ کے تصور کی بنیاد اس اسلامی عقیدے پر ہے کہ کائنات اور اس کی تمام دولت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان اس کے مال میں خلیفہ اور امین کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب اصل ملکیت اللہ کی ہے تو اس کے مال میں اسی کے بتائے ہوئے حقوق بھی ہوں گے۔ اسی تصور کو قرآن مجید نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے کہ مال داروں کے مال میں سائل اور محروم کا حق مقرر ہے۔ اس بنیاد پر زکوٰۃ کوئی اختیاری صدقہ نہیں رہتی بلکہ ایک فرض اور ذمہ داری بن جاتی ہے جس سے انکار کرنا امانت میں خیانت ہے۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ زکوٰۃ عبادت بھی ہے اور معاملہ بھی۔ نیت اور اخلاص کے اعتبار سے یہ عبادت ہے جس کا اجر اللہ دیتا ہے اور معاشرتی اثرات کے اعتبار سے یہ ایک مالی نظام ہے جو دولت کی گردش کو یقینی بناتا ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ زکوٰۃ انفرادی عمل ہونے کے ساتھ اجتماعی ادارہ بھی ہے؛ جہاں اسلامی ریاست موجود ہو وہاں اس کی وصولی اور تقسیم ایک باقاعدہ نظام کے تحت ہوتی ہے، اور جہاں ایسا نظام نہ ہو وہاں بھی فرض اپنے حال پر باقی رہتا ہے اور ہر صاحبِ نصاب اپنی ذمہ داری خود ادا کرتا ہے۔

Figure: Circulation of Zakat from the payer to a balanced society



شکل 1: زکوٰۃ کی گردش—صاحبِ مال سے مستحقین تک اور وہاں سے متوازن معاشرے تک

قرآن مجید میں زکوٰۃ کی بنیاد

زکوٰۃ کی سب سے پہلی اور مضبوط بنیاد قرآن مجید ہے۔ سورۃ البقرہ سمیت کئی سورتوں میں نماز قائم کرنے کے ساتھ زکوٰۃ دینے کا حکم بار بار آیا ہے، جس سے اس کی فرضیت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے مالوں میں سے صدقہ وصول کرو جس سے تم انہیں پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو۔ اس آیت میں زکوٰۃ کے دونوں مقاصد یعنی پاکیزگی اور تزکیہ صراحتاً موجود ہیں۔ اسی سورہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بھی گنوا دیے گئے ہیں جو اس نظام کی شفافیت کی دلیل ہیں۔ قرآن مجید نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے سخت وعید بھی بیان کی ہے اور سونا چاندی جمع کر کے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کو دردناک عذاب کی خبر سے جوڑا ہے۔ دوسری طرف زکوٰۃ دینے والوں کے لیے اجرِ عظیم، مال میں برکت اور فلاح کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ سود کے مقابلے میں زکوٰۃ کا ذکر خاص طور پر قابلِ توجہ ہے: قرآن فرماتا ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، یعنی سود پر مبنی اضافہ ظاہری ہوتا ہے اور زکوٰۃ پر مبنی اضافہ حقیقی اور بابرکت ہوتا ہے۔

سنتِ نبوی میں زکوٰۃ کی بنیاد

زکوٰۃ کی دوسری بنیاد سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مشہور حدیث میں اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر بتائی گئی ہے جن میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر آتا ہے، اس طرح زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں داخل ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کی طرف عاملین بھیج کر زکوٰۃ کی وصولی کا عملی نظام قائم کیا اور واضح ہدایت دی کہ زکوٰۃ ان کے مال داروں سے لی جائے اور ان ہی کے فقراء میں تقسیم کی جائے۔ سنت نے قرآن کے اجمالی احکام کی تفصیل بھی فراہم کی: نصاب کی مقداریں، مختلف اموال کی شرحیں، حول یعنی سال گزرنے کی شرط اور صدقۂ فطر وغیرہ کے احکام احادیث ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہوتی اور ضرورت مندوں تک منظم انداز میں پہنچتی تھی، جس سے اس تصور کی اجتماعی صورت سامنے آتی ہے۔ وفاتِ نبوی کے بعد جب بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے دین کا اٹوٹ انگ قرار دیتے ہوئے اس کی حفاظت کو ریاست کی ذمہ داری سمجھا، جس سے زکوٰۃ کی ادارتی حیثیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

اجماع اور فقہی روایت

زکوٰۃ کی تیسری بنیاد امت کا اجماع ہے۔ چودہ صدیوں سے امت کے تمام فقہاء اور مکاتبِ فکر زکوٰۃ کی فرضیت پر متفق ہیں اور اس کے منکر کے بارے میں بھی بنیادی موقف میں کوئی اختلاف نہیں۔ فقہی روایت نے اس عبادت کو ایک مکمل ضابطے کی صورت دی ہے: کس مال پر زکوٰۃ ہے، نصاب کتنا ہے، شرح کیا ہے، کن لوگوں کو دی جا سکتی ہے اور کن کو نہیں، قرض کی موجودگی میں کیا حکم ہے، اور جدید اموال جیسے تنخواہ، بینک بیلنس، حصص اور پنشن کے بارے میں کیا اصول اپنائے جائیں۔ البتہ جزوی مسائل میں فقہاء کے درمیان اجتہادی اختلاف موجود ہے، مثال کے طور پر زیورات کی زکوٰۃ یا بعض جدید صورتوں میں۔ یہ اختلاف رحمت اور وسعت کا باعث ہے، اور عام طالب علم کے لیے درست رویہ یہ ہے کہ وہ اپنے مسئلے میں مستند مفتی یا اہلِ علم سے رجوع کرے اور کسی ایک رائے کو حرفِ آخر سمجھ کر دوسروں کی تحقیر نہ کرے۔ اس گائیڈ میں بیان کردہ شرحیں اور نصاب عمومی فقہی اصولوں کے مطابق ہیں، حتمی فتوے کے لیے نہیں۔

جدول 1: زکوٰۃ کے تصور کے بنیادی پہلو

پہلو	مضمون	نتیجہ
عقیدہ	مال کا اصل مالک اللہ، انسان امین و خلیفہ	مال میں مستحق کا حق تسلیم ہوتا ہے
عبادت	نیت و اخلاص کے ساتھ فرض کی ادائیگی	روحانی پاکیزگی اور اجر
اخلاق	بخل و حرص کا علاج، ایثار کی تربیت	مزکی النفس اور مہربان معاشرہ
معاشرت	منظم تقسیم دولت اور مصارف کی تعیین	معاشی توازن اور فلاح

زکوٰۃ اور روحانی و معاشرتی فلاح کا تعلق

سوال کے اس نکتے پر خاص توجہ درکار ہے کہ زکوٰۃ صرف روحانی پاکیزگی نہیں بلکہ معاشرتی فلاح کا ذریعہ بھی ہے۔ روحانی پہلو یہ ہے کہ مال کی محبت انسان کو اللہ سے غافل کر دیتی ہے؛ جب بندہ اپنی محبوب چیز کا ایک حصہ اللہ کی رضا کے لیے نکالتا ہے تو اس کا دل مال کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے، اس میں شکر، قناعت اور توکل پیدا ہوتا ہے۔ معاشرتی پہلو یہ ہے کہ زکوٰۃ سے یتیم، بیوہ، مسکین، مقروض اور مسافر کی ضرورت پوری ہوتی ہے، بھیک مانگنے کی ذلت کم ہوتی ہے، اور امیر و غریب کے درمیان حسد اور طبقاتی کشمکش کی آگ ٹھنڈی پڑتی ہے۔ اسی دوہرے مقصد کی بنا پر زکوٰۃ کو مالی عبادات میں مرکزی مقام حاصل ہے، کیونکہ نماز بدن کی عبادت ہے اور زکوٰۃ مال کی عبادت ہے، اور انسان کی آزمائش اکثر مال ہی میں ہوتی ہے۔ جو شخص مال میں اللہ کا حق ادا کرتا ہے اس کی دیگر عبادات میں بھی خلوص پیدا ہونے کی امید بڑھ جاتی ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا تصور محض چند روپے نکال دینے کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل دینی تصور ہے جس کی جڑیں توحید اور امانت کے عقیدے میں پیوست ہیں۔ اس کی دینی بنیادیں تین ہیں: قرآن مجید کے صریح احکام اور وعید و بشارت، سنتِ نبوی کی تفصیلات اور عملی نظام، اور امت کا متواتر اجماع و فقہی روایت۔ اس تصور کے دو بڑے ثمرات ہیں: دافع کے لیے روحانی پاکیزگی، تزکیۂ نفس اور مال میں برکت، اور معاشرے کے لیے مستحقین کی کفالت، دولت کی گردش اور معاشرتی فلاح۔ یہی مرکزیت اسے مالی عبادات کی سرتاج بناتی ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ ان بنیادوں کو اچھی طرح سمجھے اور پھر عمل کی طرف بڑھے، کیونکہ زکوٰۃ کا اصل مقصد علم کے ساتھ عمل بھی ہے۔

سوال نمبر 2: زکوٰۃ کی اہمیت اور معاشرتی فوائد (20 نمبر)

اسلامی تعلیمات میں زکوٰۃ کو ایک ایسا نظام قرار دیا گیا ہے جو دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے۔ زکوٰۃ کی اہمیت کو نمایاں کریں اور اس کے معاشرتی فوائد کو بیان کریں۔

تعارف

دنیا کے ہر معاشی نظام کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ رہا ہے کہ دولت کی تقسیم کس طرح منصفانہ ہو اور معاشرے کا کوئی طبقہ بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے اور اشتراکی نظام انفرادی ملکیت اور محنت کے جذبے کو ختم کر دیتا ہے۔ اسلام نے ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک متوازن راستہ دیا ہے جس کا عملی ذریعہ زکوٰۃ ہے۔ قرآن مجید نے دولت کے بارے میں اس اصول کی صراحت کی ہے کہ مال صرف مال داروں ہی میں گردش نہ کرتا رہے۔ اس سوال میں ہم پہلے زکوٰۃ کی دینی، اخلاقی اور معاشی اہمیت کو نمایاں کریں گے اور پھر اس کے معاشرتی فوائد کو تفصیل سے بیان کریں گے کہ یہ نظام کس طرح منصفانہ تقسیمِ دولت کو یقینی بناتا ہے۔

دینی اہمیت

زکوٰۃ کی پہلی اہمیت دینی ہے۔ یہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے اور قرآن مجید میں نماز کے ساتھ اس کا بار بار ذکر اسے عام نفلی خیرات سے ممتاز کر دیتا ہے۔ فرض عبادت کی حیثیت سے اس کی ادائیگی ایمان کی علامت اور اس سے غفلت دینی کمزوری کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں کامیاب مومنین کی صفات میں یہ بات شامل ہے کہ وہ زکوٰۃ کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ دینی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ بندے اور اللہ کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتی ہے، کیونکہ مال انسان کی محبوب ترین چیزوں میں سے ہے اور اسے اللہ کی راہ میں دینا اخلاص کا بڑا امتحان ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ زکوٰۃ دیگر عبادات کی قبولیت کے ماحول کو سازگار بناتی ہے؛ جس مال سے حق ادا نہ ہو اس کے بارے میں دل میں ایک بوجھ رہتا ہے، جبکہ زکوٰۃ کے بعد مال پاک ہو جاتا ہے اور عبادت میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ مال کی میل ہے جسے نکال کر باقی مال پاک کر لیا جاتا ہے۔

اخلاقی اہمیت

اخلاقی اعتبار سے زکوٰۃ انسان کے کردار کی تعمیر کرتی ہے۔ بخل انسانی نفس کی ایک خطرناک بیماری ہے جو آگے چل کر حرص، خود غرضی اور سنگ دلی پیدا کرتی ہے۔ زکوٰۃ ہر سال اس بیماری کا باقاعدہ علاج ہے، کیونکہ دینے کی عادت رفتہ رفتہ سخاوت، ایثار اور ہمدردی کو مزاج کا حصہ بنا دیتی ہے۔ اس کے بالمقابل لینے والے کے دل میں دینے والے کے لیے دعا اور خیر خواہی پیدا ہوتی ہے، یوں معاشرے میں محبت کا دوطرفہ رشتہ قائم ہوتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والے کو یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اس کا مال صرف اس کی ذاتی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کی عطا اور معاشرے کے تعاون کا ثمر ہے، اس لیے اس پر عاجزی پیدا ہوتی ہے اور غرور ختم ہوتا ہے۔ یہ اخلاقی تربیت کسی قانون کے زور سے حاصل نہیں ہو سکتی؛ یہ مذہبی احساس ہی ہے جو انسان کو نگرانی کے بغیر بھی حق ادا کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کا نظام کرپشن اور بددیانتی کے مقابلے میں داخلی ضمیر کو بیدار کرتا ہے۔

منصفانہ تقسیم کا نظام کیسے بنتا ہے

زکوٰۃ منصفانہ تقسیم کو کئی طریقوں سے یقینی بناتی ہے۔ اول، یہ لازمی ہے، اختیاری نہیں؛ امیر کی مرضی پر خیرات ہو تو وہ کبھی دیتا ہے کبھی نہیں، مگر زکوٰۃ ایک مقرر حق ہے جو ہر سال وصول ہوتا ہے۔ دوم، اس کی شرح اور نصاب مقرر ہے، اس لیے نہ دینے والا اندازے سے ٹال سکتا ہے نہ لینے والا اندھا دھند مطالبہ کر سکتا ہے۔ سوم، اس کے مصارف مقرر ہیں، اس لیے یہ رقم نمائشی منصوبوں یا غیر مستحق لوگوں پر خرچ نہیں ہو سکتی۔ چہارم، یہ مقامی تقسیم کو ترجیح دیتی ہے، یعنی جس علاقے سے زکوٰۃ جمع ہو وہیں کے مستحقین کو پہلے ملے، جس سے ہر بستی کا اپنا فلاحی نظام بنتا ہے۔ پنجم، یہ دولت کی گردش پیدا کرتی ہے: جو رقم امیر کے پاس رکی رہتی تھی وہ غریب کے ہاتھ میں جا کر خوراک، لباس، علاج اور تعلیم پر خرچ ہوتی ہے، جس سے بازار میں طلب پیدا ہوتی ہے اور روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں۔ یوں زکوٰۃ دولت کو چھیننے کا نظام نہیں بلکہ اسے گردش میں لانے کا نظام ہے، جس سے مجموعی معیشت بھی فائدہ اٹھاتی ہے۔

جدول 1: زکوٰۃ کے ذریعے تقسیمِ دولت کا طریقہ کار

مرحلہ	عمل	تقسیم پر اثر
نصاب کی تعیین	ایک حد سے کم مال والے زکوٰۃ سے مستثنیٰ	غریب اور متوسط طبقے پر بوجھ نہیں
مقررہ شرح	نقدی و تجارت پر ڈھائی فیصد سالانہ	پیش گوئی کے قابل، باقاعدہ منتقلی
مقررہ مصارف	آٹھ مدات میں ہی خرچ	رقم حقیقی مستحق تک پہنچتی ہے
مقامی ترجیح	پہلے اپنے علاقے کے مستحقین	ہر بستی میں فلاح کا جال

معاشرتی فوائد: غربت اور محرومی میں کمی

زکوٰۃ کا سب سے نمایاں معاشرتی فائدہ غربت میں کمی ہے۔ اگر تمام صاحبِ نصاب مسلمان باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کریں تو اتنی بڑی رقم ہر سال مستحقین تک پہنچے گی کہ بنیادی ضرورتوں یعنی خوراک، لباس، رہائش، علاج اور بچوں کی تعلیم کا مسئلہ بڑی حد تک حل ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ وقتی بھیک نہیں ہے؛ اس کا درست استعمال یہ ہے کہ مستحق کو اتنا دیا جائے کہ وہ خود کفیل ہو جائے، جیسے کسی ہنر مند کو اوزار، کسی چھوٹے تاجر کو سرمایہ یا کسی طالب علم کو تعلیمی اخراجات دے دیے جائیں۔ اس طرح لینے والا اگلے برس دینے والوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں زکوٰۃ کی درست وصولی اور تقسیم سے یہ نوبت آئی کہ زکوٰۃ لینے والے بمشکل ملتے تھے۔ آج بھی جہاں اس نظام کو دیانت سے نافذ کیا گیا ہے وہاں غربت کی سطح میں نمایاں کمی دیکھی گئی ہے۔

معاشرتی فوائد: امن، اخوت اور جرائم میں کمی

معاشی محرومی جرائم اور بے چینی کی بڑی جڑ ہے۔ جب غریب دیکھتا ہے کہ امیر اس کے حق کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر خوش دلی سے ادا کر رہا ہے تو اس کے دل میں امیر کے خلاف نفرت اور حسد کی جگہ دعا اور احترام لے لیتا ہے۔ اس طرح طبقاتی کشمکش کم ہوتی ہے اور معاشرتی امن قائم رہتا ہے۔ بھوک اور بے روزگاری انسان کو چوری، دھوکے اور دیگر جرائم کی طرف دھکیلتی ہے؛ زکوٰۃ ضرورت کی تکمیل کر کے ان اسباب کو جڑ سے کم کرتی ہے۔ اخوت کا فائدہ اس سے بھی بڑھ کر ہے: زکوٰۃ کے ذریعے امیر کو غریب کے حالات

سے آگاہی رہتی ہے اور معاشرہ اجنبیت کے بجائے ایک خاندان کی صورت اختیار کرتا ہے۔ مقروض کی مدد سے وہ قرض کے بوجھ اور ذہنی دباؤ سے نکلتا ہے، مسافر کو وطن واپسی کی سہولت ملتی ہے اور یتیم و بیوہ کو سہارا میسر آتا ہے۔ یہ سب فوائد اسی صورت میں حاصل ہوتے ہیں جب زکوٰۃ کو محض رسم نہیں بلکہ نظام سمجھ کر اجتماعی ذمہ داری کے طور پر ادا کیا جائے۔

معاشی فوائد: گردشِ دولت اور ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ

معاشی اعتبار سے زکوٰۃ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ جو مال سال بھر پڑا رہے اس پر ہر سال ڈھائی فیصد زکوٰۃ لگے گی، اس لیے عقلمند مال دار اپنے مال کو کاروبار اور سرمایہ کاری میں لگاتا ہے تاکہ منافع سے زکوٰۃ ادا ہو اور اصل مال محفوظ رہے۔ اس سے صنعت، تجارت اور زراعت کو سرمایہ ملتا ہے اور روزگار بڑھتا ہے۔ دوسری طرف سود پر قرض دینے کے رجحان کے مقابلے میں زکوٰۃ بلا معاوضہ مدد کا جذبہ پیدا کرتی ہے جس سے کمزور طبقہ سود کے جال سے بچتا ہے۔ زکوٰۃ کی رقم جب غریب کے پاس جاتی ہے تو وہ اسے فوری ضروریات پر خرچ کرتا ہے، یوں مقامی بازاروں میں نقدی کی گردش تیز ہوتی ہے۔ معاشی ماہرین اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ رقم کم آمدنی والوں کے ہاتھ میں جائے تو اس کا معاشی چکر زیادہ فعال ہوتا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ صرف فلاحی نظام نہیں بلکہ معاشی سرگرمی کا محرک بھی ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی اہمیت دینی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی ہر سطح پر نمایاں ہے۔ یہ فرض عبادت ہونے کے ساتھ دولت کی منصفانہ تقسیم کا منظم نظام ہے کیونکہ اس میں لازمی ادائیگی، مقررہ نصاب و شرح، مقررہ مصارف اور مقامی ترجیح جیسے اصول شامل ہیں۔ اس کے معاشرتی فوائد میں غربت اور محرومی میں کمی، مستحقین کی خود کفالت، طبقاتی نفرت کا خاتمہ، جرائم میں کمی، اخوت و ہمدردی کا فروغ اور دولت کی گردش شامل ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ پوری دیانت، حساب اور باقاعدگی سے ادا کی جائے اور اسے مستحق تک عزت کے ساتھ پہنچایا جائے؛ تبھی یہ نظام اپنی اصل برکات ظاہر کرتا ہے۔

سوال نمبر 3: زکوٰۃ کی حکمت اور اخلاقی پہلو (20 نمبر)

زکوٰۃ کی حکمت میں انسانی ہمدردی، مساوات اور عدل جیسے بنیادی اصول شامل ہیں جو ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ زکوٰۃ کی حکمت کو اجاگر کریں اور اس کے اخلاقی پہلوؤں پر گفتگو کریں۔

تعارف

اسلامی احکام محض بے وجہ پابندیاں نہیں ہیں؛ ہر حکم کے پیچھے انسانی فلاح کی گہری حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ زکوٰۃ کی حکمتوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو فرد کی روحانی اصلاح اور معاشرے کی اجتماعی تعمیر دونوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اس میں انسانی ہمدردی دل کی نرمی بن کر ظاہر ہوتی ہے، مساوات اس اصول میں نظر آتی ہے کہ اللہ کے نزدیک سب انسان برابر ہیں اور مال کی کثرت فضیلت کا معیار نہیں، اور عدل اس طرح قائم ہوتا ہے کہ ہر حق دار کو اس کا مقرر حق ملے اور کسی سے اس کی استطاعت سے زیادہ نہ لیا جائے۔ اس جواب میں ہم زکوٰۃ کی حکمت کے بڑے پہلوؤں کو اجاگر کریں گے اور پھر اس کے اخلاقی پہلوؤں یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں کی تربیت کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

حکمت کا مفہوم اور زکوٰۃ میں اس کا مقام

حکمت سے مراد کسی حکم کے وہ مقاصد اور مصلحتیں ہیں جن کے لیے وہ حکم دیا گیا ہے۔ دینی احکام میں اصل فرمانبرداری تو اللہ کے حکم کی وجہ سے ہوتی ہے، مگر حکمتیں معلوم ہونے سے دل کو اطمینان اور عمل میں شوق پیدا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں قرآن مجید نے اس کی حکمت کے اشارے خود دیے ہیں: سورۃ التوبہ میں زکوٰۃ لینے کا مقصد پاکیزگی اور تزکیہ بتایا گیا ہے، اور ایک اور مقام پر صدقہ دینے والوں کے لیے اجر اور خوف و غم سے نجات کی خبر دی گئی ہے۔ مال کو بڑھانے اور سود کو مٹانے کے تقابل سے یہ حکمت بھی ملتی ہے کہ اسلامی معیشت کا اصل انجن بلا غرض دینا ہے نہ کہ مجبور سے نچوڑنا۔ زکوٰۃ کی ایک بنیادی حکمت یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو یاد دلاتی ہے کہ مال مقصود نہیں، وسیلہ ہے؛ اصل مقصود اللہ کی رضا اور انسانیت کی خدمت ہے۔ جب یہ تصور راسخ ہو جائے تو دولت جمع کرنے کی دوڑ انسانیت کی فلاح کی دوڑ میں بدل جاتی ہے۔

انسانی ہمدردی: حکمت کا قلبی پہلو

زکوٰۃ کی سب سے پہلی حکمت انسانی ہمدردی ہے۔ انسان فطرتاً اپنی ذات میں مگن ہوتا ہے، مگر زکوٰۃ اسے دوسروں کے دکھ درد کو محسوس کرنے کی تربیت دیتی ہے۔ جب صاحبِ مال اپنے مال کا حصہ نکالتے وقت یتیم کی تعلیم، بیوہ کے گھر کی ضرورت، مریض کے علاج اور مقروض کی پریشانی کو سوچتا ہے تو اس کے دل میں نرمی اور رحم پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہمدردی محض جذباتی نہیں بلکہ عملی ہے، کیونکہ یہ مال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ہمدردی ہی وہ بنیاد ہے جس پر مثالی معاشرہ کھڑا ہوتا ہے؛ جس معاشرے میں طاقتور کمزور کا درد محسوس نہ کرے وہاں قانون بھی امن قائم نہیں رکھ سکتا۔ زکوٰۃ اس جذبے کو ایک سالانہ مستقل نظام میں ڈھال دیتی ہے تاکہ ہمدردی کسی حادثے یا وقتی جوش کی محتاج نہ رہے۔ پھر یہ ہمدردی یک طرفہ بھی نہیں؛ مستحق جب عزت کے ساتھ اپنا حق پاتا ہے تو اس کے دل میں بھی معاشرے سے وابستگی بڑھتی ہے اور وہ اپنے موقع پر دوسروں کے کام آنے کا عزم کرتا ہے۔

مساوات: موقع اور وقار کی برابری

زکوٰۃ کی دوسری حکمت مساوات ہے۔ مساوات کا مطلب یہ نہیں کہ سب کے پاس مال برابر ہو جائے، کیونکہ صلاحیتوں اور محنت کا فرق فطری ہے۔ اسلامی مساوات کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کی بنیادی ضروریات پوری ہوں، اس کی عزتِ نفس محفوظ رہے اور اسے آگے بڑھنے کا موقع ملے۔ زکوٰۃ یہی مساوات قائم کرتی ہے: وہ مال دار سے لیتی ہے مگر اسے مفلس نہیں کرتی، اور غریب کو دیتی ہے مگر اسے ذلیل نہیں کرتی، کیونکہ غریب اسے احسان نہیں اپنا شرعی حق سمجھ کر لیتا ہے۔ مسجد اور عبادت میں امیر و غریب کی برابری کے بعد زکوٰۃ معاشی زندگی میں بھی اسی برابری کا احساس زندہ رکھتی ہے۔ نصاب کی تعیین بھی مساوات کی مظہر ہے: جس کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد مقررہ حد تک مال نہیں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اس طرح کمزور طبقہ اس بوجھ سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ وہ متوازن مساوات ہے جو نہ امیر کو لوٹتی ہے نہ غریب کو بھوکا رکھتی ہے۔

عدل: ہر ایک کو اس کا حق

تیسری حکمت عدل ہے۔ عدل کا تقاضا ہے کہ ہر ذی حق کو اس کا حق ملے اور کسی پر ظلم نہ ہو۔ زکوٰۃ میں یہ عدل کئی صورتوں میں نظر آتا ہے: شرح سب صاحبِ نصاب لوگوں کے لیے یکساں ہے، اس میں سفارش یا حیثیت کی وجہ سے کمی بیشی نہیں؛ مصارف میں ہر مستحق طبقے کو جگہ دی گئی ہے تاکہ کوئی محروم نہ رہ جائے؛ اور دینے والے کو اس بات کی حفاظت دی گئی ہے کہ اس سے اس کی استطاعت سے بڑھ کر مطالبہ نہیں کیا جاتا، حتیٰ کہ بہترین منتخب مال زبردستی لینے کی بھی ممانعت آئی ہے اور درمیانی درجے کا مال لیا جاتا ہے۔ عدل کا یہی نظام معاشرے میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔ جب نظام عادلانہ ہو تو لوگ اس میں رضا سے شریک ہوتے ہیں، اور جب لوگ شریک ہوں تو فلاحی نظام کامیاب ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے عدل کی ایک اور صورت یہ ہے کہ اس میں نسل، زبان اور علاقے کی تمیز نہیں، جو مستحق ہے وہی حق دار ہے، البتہ قرابت اور مقامی ضرورت کو شریعت کے اصولوں کے اندر ترجیح دی جا سکتی ہے۔

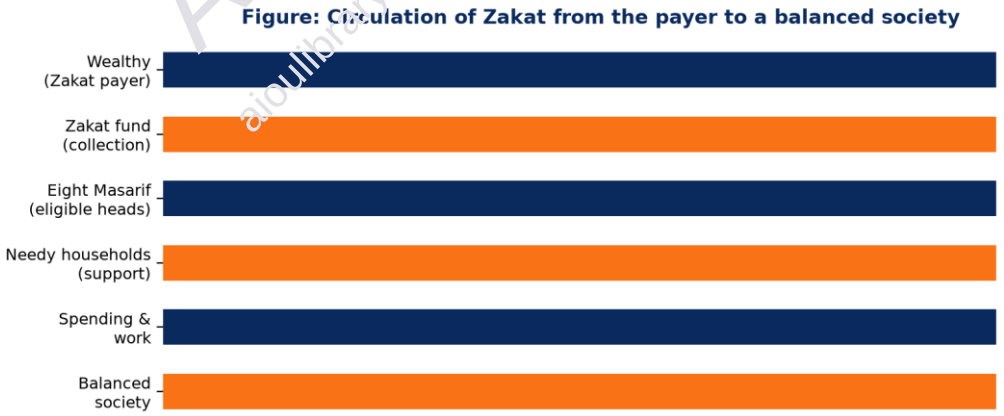

شکل 1: ہمدردی، مساوات اور عدل — تینوں اصول زکوٰۃ کی گردش سے جڑے ہیں

اخلاقی پہلو: دینے والے کی تربیت

زکوٰۃ کے اخلاقی پہلوؤں میں سب سے پہلے دینے والے کی تربیت آتی ہے۔ یہ عبادت بخل کا علاج کرتی ہے جو قرآن کی نظر میں انسان کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ حرص اور دنیا کی محبت کو اعتدال میں لاتی ہے، شکر گزاری سکھاتی ہے کہ مال پر ناز کے بجائے اسے امانت سمجھا جائے، اور ایثار کی عادت ڈالتی ہے۔ دینے والے کے لیے اخلاقی ہدایات بھی

بڑی اہم ہیں: وہ مستحق پر احسان نہ جتائے، اسے ذلیل نہ کرے، دیتے وقت نرم لہجہ اختیار کرے، اور حتیٰ الامکان خفیہ طریقے سے دے تاکہ لینے والے کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ قرآن مجید نے احسان جتا کر اور تکلیف دے کر صدقے کو ضائع کرنے سے سختی سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نرم بات اور درگزر اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے اذیت ہو۔ اس اخلاقی تربیت کا اثر صرف زکوٰۃ تک محدود نہیں رہتا؛ ایسا شخص کاروبار میں دیانت، ملازمین کے حقوق اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں بھی بہتر ہو جاتا ہے۔

اخلاقی پہلو: لینے والے اور معاشرے کی تربیت

زکوٰۃ لینے والے کی اخلاقی تربیت بھی کرتی ہے۔ جب مستحق کو اپنے حق کی صورت میں مدد ملتی ہے تو اس میں خودداری رہتی ہے اور وہ بھیک مانگنے کی ذلت سے بچتا ہے۔ شریعت نے اس بات کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ جو شخص محنت کر کے کما سکتا ہے وہ محنت کرے اور زکوٰۃ کو مستقل پیشہ نہ بنائے؛ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ سستی اور بے کاری کو فروغ نہیں دیتی بلکہ خود کفالت کی منزلوں تک پہنچنے میں مدد دیتی ہے۔ معاشرتی سطح پر زکوٰۃ کے اخلاقی اثرات میں سچائی اور امانت کا فروغ شامل ہے، کیونکہ زکوٰۃ کا درست حساب ایمانداری چاہتا ہے؛ ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی رہتی ہے؛ اور یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم سب ایک جسم کی طرح ہیں۔ جس معاشرے میں یہ اخلاق زندہ ہوں وہاں غربت کم ہو یا زیادہ، انسانیت کی قدر باقی رہتی ہے اور یہی مثالی معاشرے کی اصل پہچان ہے۔

جدول 1: زکوٰۃ کی حکمتوں اور اخلاقی اثرات کا خلاصہ

معاشرتی ثمر	مفہوم	حکمت / پہلو
نرمی، دعا اور باہمی محبت	دوسروں کے دکھ کا احساس اور عملی مدد	ہمدردی
محرومی اور ذلت کا خاتمہ	بنیادی ضروریات اور وقار میں برابری	مساوات
اعتماد اور نظام کی قبولیت	یکساں شرح، مقررہ مصارف، استطاعت کا لحاظ	عدل

سخی، دیانت دار اور با مقصد افراد	بخل و حرص سے نفس کی پاکیزگی	تزکیہ

مثالی معاشرے کی تشکیل میں کردار

جب ہمدردی، مساوات اور عدل تینوں اصول ایک نظام میں جمع ہوں تو ایک مثالی معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے۔ مثالی معاشرہ وہ نہیں جہاں صرف عمارتیں اور سڑکیں اچھی ہوں بلکہ وہ ہے جہاں کوئی بھوکا نہ سوئے، یتیم بے سہارا نہ رہے، مقروض خودکشی پر مجبور نہ ہو اور امیر و غریب ایک دوسرے کو دشمن نہ سمجھیں۔ زکوٰۃ اسی معاشرے کا مالی ستون ہے۔ مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں زکوٰۃ و صدقات کے اس نظام نے چند برسوں میں ایک ایسا معاشرہ قائم کر دیا جس میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات اور ایثار کی مثالیں قائم ہوئیں۔ آج کے دور میں بھی اگر زکوٰۃ کو انفرادی رسم کے بجائے اجتماعی شعور کے ساتھ ادا کیا جائے، باقاعدہ مستحقین کی فہرستیں بنیں، شفاف حساب رکھا جائے اور خود کفالت کے منصوبوں پر زکوٰۃ لگائی جائے تو یہی نظام ہمارے شہروں اور دیہاتوں کی صورت بدل سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم زکوٰۃ کی حکمتوں کو سمجھ کر اسے عبادت اور ذمہ داری دونوں سمجھیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی حکمت کا محور انسان اور معاشرے کی بھلائی ہے: اس میں ہمدردی دل کو نرم کرتی ہے، مساوات ہر انسان کے وقار اور بنیادی حق کی حفاظت کرتی ہے اور عدل شرح، مصارف اور استطاعت کے اصولوں سے نظام کو ظلم سے پاک رکھتا ہے۔ اس کے اخلاقی پہلو دینے والے کو بخل، حرص اور احسان جتانے سے بچا کر سخاوت، شکر اور ایثار سکھاتے ہیں اور لینے والے کی عزتِ نفس اور خود کفالت کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان اصولوں کے اجتماع سے ہی وہ مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے جس کی بنیاد اسلام نے مدینہ میں رکھی تھی اور جس کی ضرورت آج بھی اسی طرح باقی ہے۔

سوال نمبر 4: زکوٰۃ کے احکام اور ان کی اہمیت (20 نمبر)

زکوٰۃ کے احکام کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ایک منظم معاشرتی نظام کی تشکیل کے لیے ضروری ہے۔ زکوٰۃ کے احکام کی وضاحت کریں اور ان کی اہمیت کو واضح کریں۔

تعارف

زکوٰۃ کا جذبہ اور نیت اہم ہے مگر شریعت نے اس عبادت کو صرف جذبے پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کے واضح احکام مقرر کیے ہیں تاکہ ہر مسلمان کو معلوم ہو کہ کس مال پر کتنی زکوٰۃ، کب اور کسے دینی ہے۔ یہی احکام زکوٰۃ کو ایک منظم معاشرتی نظام بناتے ہیں، ورنہ ہر شخص اپنے اندازے سے دیتا اور نظام میں نہ یکسانی رہتی نہ شفافیت۔ اس جواب میں ہم زکوٰۃ کے اہم احکام کو فقہی نقطہ نظر سے مگر آسان زبان میں بیان کریں گے: فرضیت کا حکم، اموال کی اقسام، نصاب، شرحیں، حول، ادائیگی کے آداب اور مستحقین سے متعلق احکام۔ ساتھ میں یہ بھی واضح کریں گے کہ ان احکام کی اہمیت کیا ہے اور ان پر عمل سے نظام کس طرح منظم ہوتا ہے۔ یہاں یہ پیشگی واضح کر دینا ضروری ہے کہ جزوی مسائل میں فقہی اختلافات موجود ہیں؛ یہ بیان تعلیمی خلاصے کے طور پر ہے، کسی خاص مسئلے میں عمل کے لیے مستند اہلِ علم سے رجوع مناسب ہے۔

حکمِ اول: فرضیت اور بنیادی شرائط کا تعارف

زکوٰۃ کا پہلا حکم اس کی فرضیت ہے۔ یہ ہر بالغ، عاقل اور صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ وجوب کی تفصیلی شرائط اگلے سوال کا موضوع ہیں، یہاں اتنا جاننا کافی ہے کہ زکوٰۃ کا حکم نماز کی طرح قطعی ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی گناہ ہے۔ شریعت نے ادائیگی میں تاخیر کو پسند نہیں کیا؛ جب سال پورا ہو جائے تو بلاوجہ دیر کیے بغیر زکوٰۃ نکالنی چاہیے، کیونکہ اس میں مستحق کا حق شامل ہے اور حق کی ادائیگی میں تاخیر بھی ایک طرح کی کوتاہی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی نیت کا حکم بھی اہم ہے: دیتے وقت دل میں یہ نیت ہو کہ یہ اللہ کے فرض کی ادائیگی ہے۔ اگر کوئی شخص سارا مال اللہ کی راہ میں دے دے مگر زکوٰۃ کی نیت نہ کرے تو فقہاء کے نزدیک اس کے فرض کی ادائیگی کے بارے میں تفصیل موجود ہے، اس لیے نیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ نیت کے اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ محض مالی لین دین نہیں عبادت ہے۔

حکمِ دوم: جن اموال پر زکوٰۃ ہے

دوسرا بڑا حکم اموال کی تعیین ہے۔ فقہی اصول کے مطابق زکوٰۃ بنیادی طور پر ان اموال پر واجب ہوتی ہے جو بڑھنے والے ہوں یا بڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ان کی مشہور اقسام یہ ہیں: سونا اور چاندی بطور زیور ہو یا سکے وغیرہ؛ نقد رقم خواہ کسی بھی کرنسی یا بینک کھاتے میں ہو؛ مالِ تجارت یعنی وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے رکھا گیا ہو؛ چراگاہ میں چرنے والے مویشی جن کی مخصوص تعداد اور شرحیں فقہ میں بیان ہیں؛ اور زرعی پیداوار جس پر عشر یا نصفِ عشر کا حکم ہے۔ اس کے برعکس ذاتی استعمال کی چیزوں پر عام اصول کے مطابق زکوٰۃ نہیں، جیسے رہائش کا مکان، پہننے کے کپڑے، گھر کا سامان اور سواری کی گاڑی۔ جدید دور میں فقہاء نے اسی اصول کو تنخواہ اور بچت، کمپنی کے حصص، کرایے کی آمدن کے لیے جمع شدہ رقم اور دیگر مالی اثاثوں پر لاگو کیا ہے۔ مال کی درست درجہ بندی ہی درست حساب کی بنیاد ہے، اس لیے زکوٰۃ دینے والے کو چاہیے کہ سال کے اختتام پر اپنے تمام اثاثوں کی باقاعدہ فہرست بنائے۔

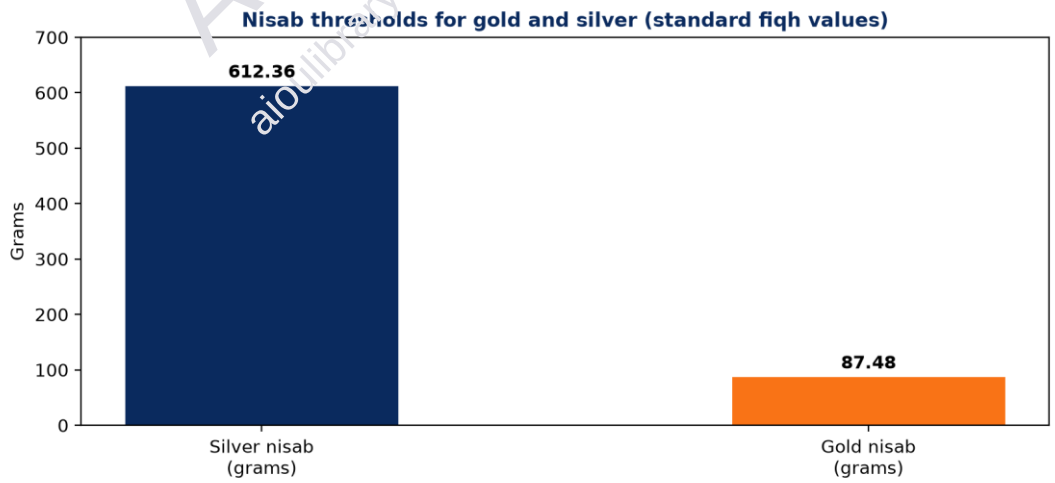

شکل 1: سونے اور چاندی کے نصاب (معیاری فقہی مقداریں)

حکم سوم: نصاب اور شرح

تیسرا حکم نصاب اور شرح کا ہے۔ نصاب وہ کم از کم حد ہے جس سے کم مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے یعنی تقریباً 87.48 گرام اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے یعنی تقریباً 612.36 گرام مشہور فقہی مقدار ہے۔ نقدی اور مالِ تجارت کا نصاب انہی میں سے کسی ایک کی قیمت سے متعین کیا جاتا ہے؛ عام طور پر مستحقین کے فائدے کے لیے چاندی کے نصاب کو معیار بنانے کی طرف فقہاء کا رجحان بیان کیا جاتا ہے، تاہم اس مسئلے میں بھی مستند رائے لینا مناسب ہے۔ شرح کے اعتبار سے نقدی، سونا چاندی اور مالِ تجارت پر کل مال کا ڈھائی فیصد یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے؛ زرعی پیداوار میں بارش یا قدرتی ذرائع سے سیراب زمین پر دسواں حصہ اور مصنوعی ذرائع سے سیرابی پر بیسواں حصہ مشہور شرح ہے۔ مویشیوں کی شرحیں تعداد کے حساب سے الگ جدولوں میں بیان ہوتی ہیں۔ نصاب و شرح کی اس تعیین نے زکوٰۃ کو قیاس و اندازے سے نکال کر ریاضی کی درستگی دے دی ہے۔

جدول 1: اہم اموال، نصاب اور شرحِ زکوٰۃ

مال	نصاب	شرح
سونا	ساڑھے سات تولے (تقریباً 87.48 گرام)	ڈھائی فیصد
چاندی	ساڑھے باون تولے (تقریباً 612.36 گرام)	ڈھائی فیصد
نقدی / بینک بیلنس	سونے یا چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر	ڈھائی فیصد
مالِ تجارت	قیمت نصاب کے برابر ہو	ڈھائی فیصد (قیمت پر)
زرعی پیداوار	مخصوص مقدار (فقہی تفصیل کے مطابق)	عشر یا نصفِ عشر

حکم چہارم: حول، ملکیت اور ادائیگی کے دیگر احکام

چوتھا مجموعہ احکام حول اور ادائیگی سے متعلق ہے۔ حول کے معنی ہیں قمری سال کا گزرنا: نقدی، سونا چاندی اور مالِ تجارت پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب نصاب پر ایک قمری سال گزر جائے؛ زرعی پیداوار اس سے مستثنیٰ ہے اس پر زکوٰۃ فصل کی کٹائی پر ادا ہوتی ہے۔ مال کی مکمل ملکیت بھی شرط ہے، یعنی مال انسان کے اختیار میں ہو اور اس سے نفع اٹھانا ممکن ہو۔ ادائیگی کے احکام میں یہ بھی شامل ہے کہ زکوٰۃ مستحق کو مالک بنا کر دی جائے، صرف کھانا کھلا دینے یا سہولت دے دینے سے عام اصول کے مطابق فرض ادا نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ فقہی شرائط پوری ہوں۔ زکوٰۃ اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو نہیں دی جا سکتی جن کی کفالت دینے والے پر واجب ہے جیسے ماں باپ اور اولاد، اور میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے؛ اس کے علاوہ سید ہونے سمیت بعض مدات کی تفصیلات فقہی کتب میں موجود ہیں۔ یہ پابندیاں نظام کو اس غلط استعمال سے بچاتی ہیں کہ انسان اپنے ہی گھر کے خرچ کو زکوٰۃ کا نام دے دے۔

احکام کی اہمیت: نظام میں یکسانی اور شفافیت

اب سوال یہ ہے کہ ان احکام کی اہمیت کیا ہے۔ سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ احکام نے زکوٰۃ کو انفرادی مزاج سے نکال کر ایک قابلِ اعتماد نظام بنا دیا ہے۔ جب نصاب، شرح اور مصارف مقرر ہیں تو دنیا کے کسی بھی خطے کا مسلمان ایک ہی اصول سے حساب لگاتا ہے، اس سے امت میں یکسانی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری اہمیت شفافیت ہے: دینے والا جانتا ہے کہ اس نے کتنا دینا ہے، لینے والا جانتا ہے کہ اس کا حق کیا ہے، اور اگر ریاست یا ادارہ وصول کرے تو حساب کتاب کی جانچ ممکن ہوتی ہے۔ تیسری اہمیت یہ ہے کہ احکام کی پابندی مستحق کی عزت کی حفاظت کرتی ہے، کیونکہ وہ کسی کی خیرات کے انتظار کے بجائے ایک منظم نظام سے مستفید ہوتا ہے۔ چوتھی اہمیت نفسیاتی ہے: جب انسان کو قدم قدم پر واضح رہنمائی میسر ہو تو وہ بے چینی اور شکوک سے بچتا ہے اور پورے اطمینان سے فرض ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے زکوٰۃ کے احکام کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور طلبہ کو چاہیے کہ وہ محض اختصار پر اکتفا نہ کریں بلکہ کم از کم اپنے مال سے متعلق مسائل اچھی طرح سیکھیں۔

احکام پر عمل اور منظم معاشرتی نظام

احکام پر عمل کا براہ راست تعلق منظم معاشرتی نظام سے ہے۔ اگر ہر صاحبِ نصاب اپنے مال کا باقاعدہ حساب رکھے، مقررہ تاریخ پر زکوٰۃ نکالے اور مستحقین تک شفاف طریقے سے پہنچائے تو معاشرے میں ایک غیر مرئی مگر مضبوط فلاحی ڈھانچہ بن جاتا ہے۔ مساجد، مدارس اور فلاحی ادارے اگر زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم میں احکام کی پابندی اور حساب کی شفافیت اختیار کریں تو عوام کا اعتماد بڑھتا ہے اور زکوٰۃ کی رقم میں کمی واضح ہوتا ہے، کیونکہ لوگ وہیں دیتے ہیں جہاں انہیں دیانت کا یقین ہو۔ اس کے برعکس اگر احکام سے بے خبری ہو تو کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں: لوگ اندازے سے کم دے دیتے ہیں، غیر مستحق لے لیتے ہیں، ایک ہی مستحق کو بار بار ملتا ہے اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے، یا رقم دکھاوے کے کاموں میں خرچ ہو جاتی ہے۔ پس احکام کا علم نظام کی حفاظت ہے اور اس علم کو عام کرنا علماء، اساتذہ اور اداروں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ طالب علم کی سطح پر اس کا آغاز اپنے گھر کے حساب کتاب سے ہوتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے احکام اس عبادت کا عملی ضابطہ ہیں: فرضیت و نیت کا حکم اسے عبادت بناتا ہے، اموال کی تعیین اسے واضح کرتی ہے، نصاب و شرح اسے قابلِ پیمائش بناتی ہے، حول و ملکیت کے احکام اس کی مدت متعین کرتے ہیں اور مصارف و مستحقین کے احکام اس کی درست منزل بتاتے ہیں۔ ان احکام کی اہمیت یہ ہے کہ یہ نظام میں یکسانی، شفافیت، انصاف اور اعتماد پیدا کرتے ہیں اور انہی پر عمل سے ایک منظم معاشرتی نظام تشکیل پاتا ہے جس میں ہر مستحق تک اس کا حق پہنچے اور کوئی صاحبِ مال اپنے فرض سے غافل نہ رہے۔ لہٰذا زکوٰۃ کے جذبے کے ساتھ اس کے احکام کا علم حاصل کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

سوال نمبر 5: وجوبِ زکوٰۃ کے اصول و شرائط اور ان کی اہمیت (20 نمبر)

زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے کچھ اصول اور شرائط مقرر کی گئی ہیں جو اس کی ادائیگی کو لازمی بناتے ہیں۔ وجوبِ زکوٰۃ کے اصولوں کو بیان کریں اور ان کی اہمیت کو واضح کریں۔

تعارف

ہر فرض عبادت کی طرح زکوٰۃ کے وجوب کے لیے بھی شریعت نے کچھ اصول اور شرائط مقرر کی ہیں۔ یہ شرائط اس لیے نہیں کہ فرض کو مشکل بنایا جائے بلکہ اس لیے ہیں کہ عبادت عدل و حکمت کے ساتھ ادا ہو: نہ کسی غریب پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ پڑے، نہ کوئی مال دار بہانے بنا کر فرض سے بچ نکلے۔ ان شرائط کو فقہاء نے دو حصوں میں سمجھایا ہے: کچھ شرائط زکوٰۃ دینے والے شخص سے متعلق ہیں اور کچھ خود مال سے متعلق ہیں جس پر زکوٰۃ دی جا رہی ہے۔ اس جواب میں ہم دونوں قسم کی شرائط کو ترتیب سے بیان کریں گے اور ساتھ یہ واضح کریں گے کہ ہر شرط کی حکمت اور اہمیت کیا ہے۔ یاد رہے کہ بعض جزوی شرائط میں فقہی مذاہب کے درمیان اختلاف ہے؛ یہاں وہ اصول بیان کیے جا رہے ہیں جو عمومی طور پر فقہی کتب میں ذکر ہوتے ہیں اور تعلیمی مقصد کے لیے کافی ہیں۔

شخص سے متعلق شرائط: اسلام، بلوغت اور عقل

وجوبِ زکوٰۃ کی پہلی شرائط دینے والے سے متعلق ہیں۔ سب سے پہلی شرط اسلام ہے، کیونکہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور عبادات کی بنیاد ایمان ہے؛ غیر مسلم پر زکوٰۃ کا شرعی حکم اس حیثیت سے لاگو نہیں ہوتا۔ دوسری اور تیسری شرط بلوغت اور عقل کو بیان کیا جاتا ہے، یعنی دینے والا اس عمر اور ذہنی حالت میں ہو کہ شرعی ذمہ داری کو سمجھ سکے۔ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان مشہور اختلاف ہے: بعض فقہاء کے نزدیک نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ مکلف نہیں، جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک زکوٰۃ مال کا حق ہے اس لیے سرپرست ان کے مال سے بھی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ طالب علم کو اس اختلاف کو علمی وسعت سے دیکھنا چاہیے اور عملی زندگی میں اپنے مسلک کے مستند عالم سے رہنمائی لینی چاہیے۔ ان شرائط کی اہمیت یہ ہے کہ یہ شریعت کے اس عمومی اصول کو ظاہر کرتی ہیں کہ تکلیف انہی پر آتی ہے جو اس کے اہل ہوں، اور یہی اصول عبادت کو ظلم سے پاک رکھتا ہے۔

مال سے متعلق شرط اول: نصاب کا مکمل ہونا

مال سے متعلق شرائط میں مرکزی شرط نصاب ہے۔ جب تک مال مقررہ حد کو نہ پہنچے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے، چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے اور نقدی و مالِ تجارت کی پیمائش انہی کی قیمت سے ہوتی ہے۔ نصاب کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ مال بنیادی ضروریات سے زائد ہو یعنی حوائجِ اصلیہ سے بچا ہوا ہو۔ حوائجِ اصلیہ میں رہائش، خوراک، لباس، سواری، گھریلو سامان اور اہلِ خانہ کے ضروری اخراجات شامل ہیں؛ ان پر زکوٰۃ نہیں۔ یہ اصول زکوٰۃ کو انسانی ضرورتوں کا دشمن نہیں بلکہ فاضل دولت کا نظام بناتا ہے۔ نصاب کی اہمیت دوطرفہ ہے: ایک طرف یہ چھوٹے مال والے کو بوجھ سے بچاتا ہے، دوسری طرف مال دار کے لیے ایک واضح حد مقرر کر کے اسے فرض سے فرار کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ معاشرتی طور پر اس کا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والوں اور لینے والوں کی حد واضح رہتی ہے اور نظام میں بے جا کشمکش نہیں ہوتی۔

مال سے متعلق شرطِ دوم: مکمل ملکیت اور نمو کی صلاحیت

دوسری اہم شرط مکمل ملکیت ہے، یعنی مال دینے والے کی ملکیت میں ہو، اس کے قبضے اور اختیار میں ہو اور وہ اس سے نفع اٹھا سکتا ہو۔ جو مال کسی اور کی امانت کے طور پر پاس رکھا ہو اس کی زکوٰۃ اس امانت دار پر نہیں بلکہ اصل مالک پر ہوتی ہے اسی طرح وہ مال جو کسی کے پاس گم ہو چکا ہو یا وصولی کی امید نہ ہو اس کے احکام میں فقہی تفصیل ہے۔ تیسری شرط مال کا نامی یعنی بڑھنے والا ہونا ہے؛ اس سے مراد یہ ہے کہ مال یا تو حقیقتاً بڑھ رہا ہو جیسے مویشی اور فصل، یا حکماً بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے نقدی اور مالِ تجارت جسے کاروبار میں لگایا جا سکتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر استعمال کی ذاتی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں آتی۔ ان شرائط کی اہمیت یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ کو پیداواری دولت سے جوڑتی ہیں: جو مال معیشت میں حرکت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی کا ایک حصہ معاشرے کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اور جو چیز محض استعمال کے لیے ہے اس پر بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔

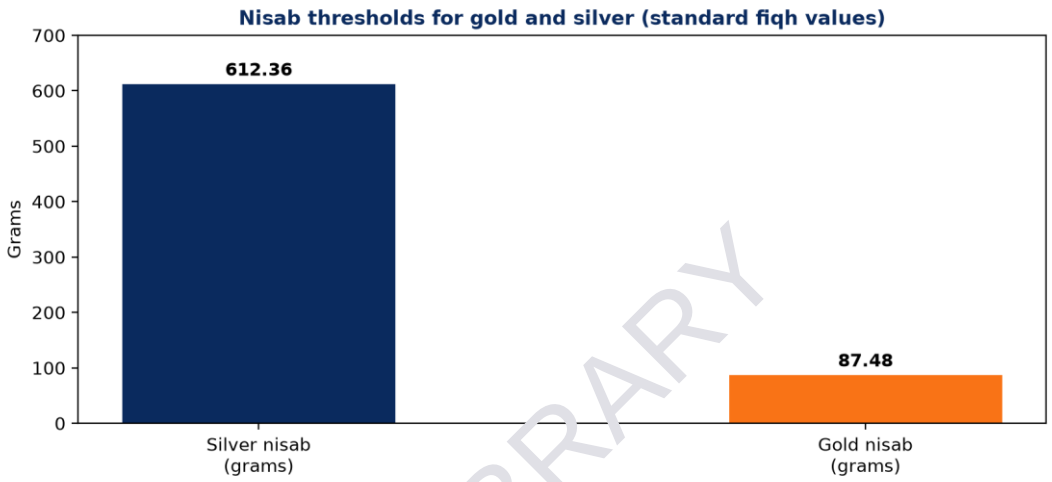

شکل 1: نصاب کی شرط — سونے اور چاندی کی معیاری فقہی حدیں

۔ متعلق شرط سوم: حول اور قرض کی تفصیل

چوتھی شرط حول ہے یعنی نصاب پر ایک مکمل قمری سال گزرنا۔ سال کے آغاز اور اختتام پر مال نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ واجب آتی ہے؛ درمیان میں ہونے والی کمی بیشی کی تفصیلات فقہی کتب میں مذکور ہیں۔ حول کی حکمت یہ ہے کہ مال کی استحکام کی جانچ ہو جائے اور انسان کو ادائیگی کی تیاری کا پورا موقع ملے؛ زرعی پیداوار پر حول کی شرط نہیں کیونکہ وہ فصل کے وقت ہی حاصل ہوتی ہے۔ پانچویں اہم مسئلہ قرض کا ہے: اگر شخص پر ایسا قرض ہو جس کی ادائیگی لازم ہے تو فقہی اصول کے مطابق قرض کی رقم منہا کرنے کے بعد باقی مال دیکھا جاتا ہے؛ اگر باقی مال نصاب کو پہنچے تو زکوٰۃ ہو گی ورنہ نہیں۔ البتہ لمبی مدت کے اقساطی قرضوں جیسے جدید مسائل میں اہلِ علم کی مختلف آراء ہیں، اس لیے ایسے معاملات میں فتوے کی طرف رجوع ضروری ہے۔ حول اور قرض کی شرائط نے زکوٰۃ کو ایک منصفانہ اور قابلِ عمل نظام بنایا ہے کہ نہ جلد بازی میں کسی پر بوجھ پڑے اور نہ اصل ادائیگی کی اہلیت رکھنے والا ٹال مٹول کرے۔

جدول 1: وجوبِ زکوٰۃ کی اہم شرائط کا خلاصہ

شرط	مضمون	اہمیت

تکلیف اہل پر ہی آتی ہے	دینے والے کا مکلف ہونا (جزئیات میں فقہی اختلاف)	اسلام، بلوغت، عقل
کم مال والے کی حفاظت	مال کا مقررہ حد کو پہنچنا	نصاب
ضرورت اور فاضل دولت کا فرق واضح	بنیادی ضروریات مستثنیٰ	حوائجِ اصلیہ سے زائد
امانت و غیر ملکیتی مال کی حفاظت	مال اختیار و تصرف میں ہو	مکمل ملکیت
زکوٰۃ پیداواری دولت سے جڑتی ہے	مال بڑھنے والا یا قابلِ بڑھوتری ہو	نمو کی صلاحیت
استحکام کی جانچ اور تیاری کا موقع	قمری سال کا گزرنا	حول

شرائط کی مجموعی اہمیت

ان شرائط کی مجموعی اہمیت پر غور کریں تو کئی بڑے فوائد سامنے آتے ہیں۔ پہلا فائدہ عدل ہے: شرائط اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ زکوٰۃ صرف اسی سے لی جائے جو واقعی اہل ہے اور اتنی ہی لی جائے جتنی اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ دوسرا فائدہ وضاحت ہے: ہر شخص ان شرائط کو دیکھ کر خود معلوم کر سکتا ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں، اس سے دینی زندگی میں اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ تیسرا فائدہ نظام کی حفاظت ہے: اگر شرائط نہ ہوتیں تو کبھی ضرورت سے زیادہ سختی ہوتی اور کبھی اتنی نرمی کہ نظام ہی ختم ہو جاتا؛ شرائط نے اس توازن کو قائم رکھا ہے۔ چوتھا فائدہ تربیتی ہے: نصاب، حول اور حساب کی شرائط انسان کو باقاعدہ حساب کتاب، مالی نظم اور سالانہ جائزے کا عادی بناتی ہیں جو اس کی دنیاوی زندگی میں بھی فائدہ مند ہے۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ شرائط کی موجودگی میں زکوٰۃ کو ایک جدید ریاست یا ادارہ آسانی سے قانون و ضابطے کی شکل دے سکتا ہے، جیسا کہ بعض مسلم ممالک میں بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کے نظام میں دیکھا گیا، البتہ ایسے نظاموں میں شرعی نگرانی اور شفافیت شرط ہے۔

شرائط سے غفلت کے نقصانات

اس کے بالمقابل اگر شرائط سے غفلت برتی جائے تو نقصانات بھی واضح ہیں۔ اگر نصاب کا لحاظ نہ ہو تو متوسط اور غریب طبقہ بھی اپنے آپ کو مجبور سمجھ کر دے گا اور معاشرتی بے چینی بڑھے گی۔ اگر حول اور قرض جیسے اصول نظر انداز ہوں تو اصل قرض دار مال دار سمجھ کر اس سے مطالبہ کیا جائے گا جو سراسر ناانصافی ہے۔ دوسری طرف اگر اہلِ ثروت شرائط کی آڑ میں حیلے بہانے کریں، مال کو تقسیم کر کے نصاب سے کم ظاہر کریں یا حساب ہی نہ رکھیں تو نظام کا اصل مقصد ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ شرائط سہولت کے لیے ہیں فرار کے لیے نہیں۔ علماء نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ جس دل میں اللہ کا خوف ہو وہ شرائط کو ٹھال نہیں بناتا بلکہ انہیں دیانت سے لاگو کرتا ہے۔ اس لیے شرائط کے علم کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے؛ علم بغیر تقویٰ کے چالاکی بن جاتی ہے اور تقویٰ بغیر علم کے اندازوں میں بھٹکتا ہے۔ طالب علم کے لیے درست راستہ یہی ہے کہ وہ دونوں کو ساتھ لے کر چلے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ وجوبِ زکوٰۃ کے اصول و شرائط اس فرض کی عدل و حکمت پر مبنی بنیادیں ہیں۔ شخص سے متعلق شرائط میں اسلام اور مکلف ہونے کا اصول، اور مال سے متعلق شرائط میں نصاب، حوائجِ اصلیہ سے زائد ہونا، مکمل ملکیت، نمو کی صلاحیت، حول اور قرض کی تفصیل شامل ہیں۔ ان شرائط کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ادائیگی کو لازمی بھی بناتی ہیں اور منصفانہ بھی؛ کمزور کو حفاظت دیتی ہیں، مال دار کو واضح ذمہ داری دیتی ہیں اور پورے نظام کو باقاعدہ، شفاف اور قابلِ عمل بناتی ہیں۔ اسی لیے زکوٰۃ کو سمجھنے کا آغاز انہی اصولوں کی فہم سے ہوتا ہے۔